محمد عمار ناصر خان

متعۂ طلاق کے احکام و مسائل

’متعة‘ یا ’متاع‘، عربی زبان میں ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے کسی بھی قسم کا فائدہ یا منفعت حاصل کی جاسکے: ’کل ما ینتفع به علی وجه ما فهو متاع و متعة‘[1]۔ اسلامی شریعت میں ’متعة الطلاق‘ سے مراد وہ مالی فائدہ ہے جو طلاق یافتہ عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے تحفے کی صورت میں ملتا ہے۔ ذیل میں اس مسئلے کے بعض اہم پہلوؤں کی تفصیل پیش کی جارہی ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

متعۂ طلاق کی حکمت

حسن معاشرت کی بنیاد عقل عام اور دین کی رو سے، ایثار و قربانی، اعلیٰ اخلاق اور تعاون باہمی کے جذبے پر ہے۔ دین کی تعلیم یہ ہے کہ انسان زندگی کے تمام معاملات میں حسن اخلاق، مروت، رواداری اور شائستگی کا مظاہرہ کرے، حتیٰ کہ معاملہ اگر تعلق توڑنے کا بھی ہو تو اسے بھی اس طرح عمدگی اور خوش اسلوبی سے انجام دیا جائے کہ ناگزیر طور پر پیدا ہونے والی رنجشوں کے اثرات کو کم سے کم کیا جاسکے۔

یہی صورت نکاح کے معاملات میں ہے۔ قرآن مجید مرد کو اس کی فطری صلاحیتوں اور معاشی ذمہ داریوں کی بنا پر خاندان کا قوام اور سربراہ قرار دیتا ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ۔ (النساء ۴: ۳۴)

”مرد اپنی بیویوں کے سربراہ ہیں کیونکہ اللہ نے انھیں ان کی بیویوں پر فضیلت دی ہے اور وہ اپنے مال بھی (ان پر) خرچ کرتے ہیں۔“

اس فضیلت کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ قرآن مجید خانگی امور میں مرد کی رائے کو فیصلہ کن قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس پہلو

---

[1] راغب، المفردات فی غریب القرآن ۴۶۱۔ ابن الاثیر، النہایہ فی غریب الحدیث والاثر ۴/ ۲۹۳۔

سے اس کو عورت پر ایک درجے کی فضیلت حاصل ہے:

وَلِلرِّجَالِ عَلَيۡهِنَّ دَرَجَةٌ ۔ (البقرہ ۲:۲۲۸)

''اور مردوں کو اپنی بیویوں پر ایک درجے کی فضیلت حاصل ہے۔''

لیکن دوسرا پہلو یہ ہے کہ مرد عورت کے ساتھ اپنے برتاؤ اور رویے میں بھی مردانگی اور بلند اخلاقی کا مظاہرہ کرے اور فتوت اور بلند کرداری کا یہ مظاہرہ قیام نکاح کی حالت ہی میں نہیں، بلکہ اس صورت میں بھی ہونا چاہیے جب کسی وجہ سے رشتۂ نکاح کا قائم رکھنا ممکن نہ رہے اور اسے توڑنے کی نوبت آ جائے۔ چنانچہ قرآن مجید اس حالت میں 'تسریح باحسان' اور 'مفارقة بالمعروف' کی خاص طور سے تاکید کرتا ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ۔ (البقرہ ۲:۲۲۹)

''(رجعی) طلاق دینے کا حق دو دفعہ ہے۔ اس کے بعد یا تو دستور کے موافق بیوی کو رکھ لیا جائے یا خوش اسلوبی سے اسے چھوڑ دیا جائے۔''

فَاَمۡسِكُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ فَارِقُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ ۔ (الطلاق ۶۵:۲)

''اپنی بیویوں کو دستور کے موافق نکاح میں رکھو یا دستور ہی کے موافق ان کو جدا کرو۔''

ہمارے نزدیک طلاق کی صورت میں عورت کو متعہ دینے کا حکم بھی اس 'تسریح باحسان' کی فرع ہے۔

قرآن مجید نے 'تسریح باحسان' کے حکم کی جو تفصیل کی ہے، وہ حسب ذیل ہے:

۱۔ طلاق دینے کے بعد عورت کی عدت کو طویل تر کرنے اور اس کو تنگ کرنے کی غرض سے رجوع نہ کیا جائے:

وَلَا تُمۡسِكُوۡهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعۡتَدُوۡا وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ فَقَدۡ ظَلَمَ نَفۡسَهٗ ۔ (البقرہ ۲:۲۳۱)

''(طلاق دینے کے بعد) اپنی بیویوں کو تنگ کرنے اور حد سے تجاوز کرنے کے لیے ان کو مت روکو۔ جو ایسا کرتا ہے، یقیناً وہ اپنی جان پر بڑا ظلم ڈھاتا ہے۔''

۲۔ مرد نے نکاح کے وقت یا اس کے بعد جو بھی مال عورت کو دیا ہے، وہ واپس نہ لیا جائے چاہے وہ کتنا ہی زیادہ ہو:

وَاِنۡ اَرَدۡتُّمُ اسۡتِبۡدَالَ زَوۡجٍ مَّكَانَ زَوۡجٍ وَّاٰتَيۡتُمۡ اِحۡدٰهُنَّ قِنۡطَارًا فَلَا تَاۡخُذُوۡا مِنۡهُ شَيۡـًٔا اَتَاۡخُذُوۡنَهٗ بُهۡتَانًا وَّاِثۡمًا مُّبِيۡنًا ۔ وَكَيۡفَ تَاۡخُذُوۡنَهٗ وَقَدۡ اَفۡضٰى بَعۡضُكُمۡ اِلٰى بَعۡضٍ وَّاَخَذۡنَ مِنۡكُمۡ مِّيۡثَاقًا غَلِيۡظًا ۔ (النساء ۴:۲۰۔۲۱)

''اگر تم ایک بیوی کو چھوڑ کر دوسری سے نکاح کرنا چاہتے ہو اور پہلی بیوی کو تم نے ڈھیروں مال دے رکھا ہے تو اب اس سے کچھ بھی واپس مت لو۔ کیا تم بہتان لگا کر اور کھلے گناہ کا ارتکاب کر کے مال واپس لیتے ہو؟ اور تم کیسے یہ مال واپس لے سکتے ہو، جبکہ تمھارے ایک دوسرے سے ازدواجی تعلقات رہے ہیں اور (نکاح

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

کے وقت) تمھاری بیویوں نے تم سے (وفا داری کا) نہایت مضبوط پیمان لیا تھا۔‘‘

۳۔ مہر کی ادائیگی میں مرد وسعت قلبی اور ایثار کا مظاہرہ کرے:

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِیْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ۔ (البقرہ ۲: ۲۳۷)

’’اور اگر تم اپنی بیویوں کو ہم بستری سے پہلے طلاق دے دو اور ان کے مہر کی مقدار تم نے طے کر رکھی ہو تو اب (طلاق کی صورت میں) انھیں طے شدہ مہر کا نصف ادا کرو۔ ہاں اگر وہ معاف کر دیں (تو تم سارا مہر رکھ سکتے ہو) یا اگر (خاوند) جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے، وسعت قلبی کا مظاہرہ کرے (تو عورت سارا مہر بھی لے سکتی ہے) اور تم شوہروں کا ایثار کرنا ہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ اور اللہ نے تمھیں جو فضیلت دی ہے، اس کو فراموش نہ کرو۔‘‘

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.org

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

’’قرآن نے مرد کو اکسایا ہے کہ اس کی قوت اور مردانہ بلند حوصلگی اور اس کے درجے مرتبے کا تقاضا یہ ہے کہ وہ عورت سے اپنے حق کی دستبرداری کا خواہش مند نہ ہو، بلکہ اس میدان ایثار میں خود آگے بڑھے۔ اس ایثار کے لیے قرآن نے یہاں مرد کو تین پہلوؤں سے ابھارا ہے: ایک تو یہ کہ مرد کو خدا نے یہ فضیلت بخشی ہے کہ وہ نکاح کی گرہ کو جس طرح باندھنے کا اختیار رکھتا ہے، اسی طرح اس کو کھولنے کا بھی مجاز ہے۔ دوسرا یہ کہ ایثار و قربانی جو تقویٰ کے اعلیٰ ترین اوصاف میں سے ہے، وہ جنس ضعیف کے مقابل میں جنس قوی کے شایان شان زیادہ ہے۔ تیسرا یہ کہ مرد کو خدا نے اس کی صلاحیتوں کے اعتبار سے عورت پر جو ایک درجہ ترجیح کا بخشا ہے اور جس کے سبب سے اس کو عورت کا قوام اور سربراہ بنایا ہے، یہ ایک بہت بڑی فضیلت ہے جس کو عورت کے ساتھ کوئی معاملہ کرتے وقت مرد کو بھولنا نہیں چاہیے۔ اس فضیلت کا فطری تقاضا یہ ہے کہ مرد عورت سے لینے والا نہیں، بلکہ اس کو دینے والا بنے۔‘‘ (تدبر قرآن ۱/ ۵۴۸)

۴۔ بیوہ عورت کی عدت اگرچہ چار ماہ دس دن ہے، لیکن خاوند اگر قریب الوفات ہو تو وہ اپنے اہل خانہ کو وصیت کر جائے کہ وہ اس کی وفات کے بعد ایک سال تک بیوہ کو اسی گھر میں رہنے دیں:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ۔ (البقرہ ۲: ۲۴۰)

’’اور تم میں سے جو مرد قریب الوفات ہوں اور اپنے پیچھے بیوہ چھوڑ کر جا رہے ہوں تو وہ ان کے حق میں وصیت کر جائیں کہ ایک سال تک ان کو نکالے بغیر اسی

گھر میں رہنے کی سہولت دی جائے۔''

۵۔طلاق کی صورت میں عورت کی دل جوئی اور اس کے غم کو کم سے کم کرنے کے لیے خاوند مہر اور نفقہ کی لازمی ادائیگیوں کے علاوہ اپنی طرف سے کوئی چیز بطور تحفہ عورت کو دے:

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ۔ حَقًّا عَلَی الْمُتَّقِیْنَ۔ (البقرہ۲:۲۴۱)

''اور اپنی مطلقہ عورتوں کو دستور کے مطابق کچھ دے دلا کر رخصت کرو۔ یہ اہلِ تقویٰ پر لازم ہے۔''

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَھَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا۔ (الاحزاب۳۳:۲۸)

''اے نبی، آپ اپنی بیویوں سے کہہ دیں کہ اگر تم دنیا کی آسایشیں اور اس کی زیب وزینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ دے دلا دوں اور اچھے طریقے سے تمھیں جدا کر دوں۔''

متعۂ طلاق کی قانونی حیثیت

طلاق یافتہ عورتوں کی چار حالتیں ہو سکتی ہیں:

ایک یہ کہ بوقت نکاح ان کا مہر مقرر کیا گیا ہو، اور ہم بستری کے بعد ان کو طلاق دے دی جائے۔

دوسری یہ کہ مہر تو مقرر کیا گیا ہو، لیکن ہم بستری سے پہلے ہی طلاق دے دی جائے۔

تیسری یہ کہ مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور ہم بستری سے پہلے طلاق دے دی جائے۔

چوتھی یہ کہ مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور ہم بستری کے بعد طلاق دی جائے۔

ان مختلف صورتوں میں متعہ کی قانونی حیثیت کے بارے میں فقہا کے مابین اختلاف رائے ہے:

پہلی رائے امام حسن بصری کی ہے جن کے نزدیک متعہ ان تمام مطلقات کے لیے واجب ہے۔ ان کا استدلال 'وللمطلقات متاع بالمعروف' سے ہے جو تمام مطلقات کے لیے عام ہے۔

دوسری رائے احناف اور شوافع کی ہے جن کے نزدیک اس عورت کے لیے تو متعہ واجب ہے جسے دخول سے قبل طلاق دی گئی ہو اور اس کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو، لیکن باقی تمام مطلقات کے لیے محض مستحب ہے۔ ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

ایک یہ کہ قرآن مجید نے متعہ کا حکم خاص طور پر صرف اس مطلقہ کے لیے دیا ہے جس کا مہر طے نہ کیا گیا ہو اور دخول سے قبل اسے طلاق دے دی گئی ہو۔ ایسی عورتوں کے لیے یہ حکم قرآن مجید میں دو جگہ آیا ہے اور دونوں جگہ صیغہ امر 'مَتِّعُوْھُنَّ' استعمال کیا گیا ہے جو کہ وجوب کی دلیل ہے۔ سورۂ بقرہ میں ارشاد ہے:

لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ

''تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم اپنی ان بیویوں کو طلاق دو

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً وَّمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ۔ (البقرہ۲:۲۳۶)

جن سے تم نے تعلقات قائم کیے ہیں نہ ان کا مہر مقرر کیا ہے۔ انھیں (رخصت کرتے ہوئے) کچھ دے دلا دو، خوش حال اپنی گنجایش کے مطابق اور تنگ دست اپنی گنجایش کے مطابق۔ دستور کے مطابق کوئی تحفہ ہونا چاہیے جو احسان کرنے والوں پر لازم ہے۔''

سورۂ احزاب میں فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَکَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَکُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا۔ (الاحزاب۳۳:۴۹)

''ایمان والو، جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو اور پھر تعلقات قائم کیے بغیر انھیں طلاق دے دو تو ایسی صورت میں ان کے ذمے کوئی عدت نہیں ہے جسے تم شمار کرو۔ سو ان کو کچھ دے دلا دو اور شائستگی کے ساتھ ان کو رخصت کر دو۔''

دوسرے یہ کہ 'علی الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ' میں 'علی' کا لفظ بھی الزام اور وجوب کے لیے ہے۔

تیسرے یہ کہ اس حکم کے آخر میں 'حقا علی المحسنین' کے الفاظ بھی وجوب کی دلیل ہیں۔

چوتھے یہ کہ عقل و قیاس بھی اس کی تائید کرتے ہیں کیونکہ شریعت کی ہدایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عقد نکاح میں عورت کو کوئی نہ کوئی مالی عوض ضرور ملنا چاہیے۔ چنانچہ نکاح کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ۔ (النساء۴:۲۴)

''ان عورتوں کے سوا باقی سب عورتوں سے مال دے کر نکاح کرنا تمھارے لیے حلال ہے۔''

چونکہ عقد نکاح کو قبول کر کے عورت، خاوند کو استمتاع کا حق سونپ دیتی ہے، اس لیے نفس نکاح کے ساتھ ہی عوض لازم ہو جاتا ہے۔ اس لیے اگرچہ عملاً خاوند نے استمتاع نہ کیا ہو، عوض کی ادائیگی اس پر لازم ہو جاتی ہے۔ مطلقات کی باقی تین صورتوں میں یہ عوض مہر کی صورت میں، حسب ذیل تفصیل کے مطابق، عورت کو ادا کیا جاتا ہے:

اگر عورت کو مہر مقرر ہونے اور دخول کے بعد طلاق دی گئی ہو تو اسے پورا مہر ملے گا۔

اگر مہر مقرر ہونے کے بعد اور دخول سے پہلے طلاق دی جائے تو اسے نصف مہر ملے گا۔

اگر مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور دخول کے بعد طلاق دی جائے تو ازروے حدیث عورت کو مہر مثل ملے گا۔

اس اصول کی رو سے ضروری ہے کہ وہ عورت جس کو مہر مقرر کیے بغیر دخول سے پہلے طلاق دی گئی ہو، اسے بھی کوئی نہ کوئی عوض دیا جائے۔ چنانچہ قرآن مجید نے ایسی عورت کو متعہ دینے کی ہدایت کی ہے۔ چونکہ ایسی عورت کے لیے دوسرا کوئی عوض

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

نہیں ہے، اس لیے اس کے لیے متعہ واجب ہے، جبکہ باقی مطلقات کو چونکہ مہر کا پورا یا کچھ حصہ مل جاتا ہے، اس لیے ان کے حق میں متعہ صرف مستحب ہے[2]۔

'وللمطلقات متاع بالمعروف' سے امام حسن بصری کے استدلال کا جواب دیتے ہوئے امام ابوبکر ابن العربی اور امام جصاص فرماتے ہیں کہ 'متاع' کا لفظ عربی زبان میں ہر اس چیز کے لیے بولا جاتا ہے جس سے کسی بھی قسم کا فائدہ اٹھایا جا سکے۔ چنانچہ جن عورتوں کو پورا یا نصف مہر مل جاتا ہے، ان کے لیے وہی متاع ہے اور جن عورتوں کو مہر نہیں ملتا، ان کے لیے متاع کی صورت یہ ہے کہ خاوند اس کی دل جوئی کے لیے اس کو کوئی تحفہ پیش کرے[3]۔

تیسری رائے امام مالک کی ہے جو کہتے ہیں کہ متعہ کسی بھی مطلقہ کے لیے واجب نہیں، بلکہ سب کے لیے مستحب ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں 'و متعوھن' کا حکم استحباب کے لیے ہے اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ 'حقا علی المحسنین' کا جملہ ہے جو یہ بتاتا ہے کہ متعہ کا یہ حکم قانونی طور پر نہیں، بلکہ احسان اور تقویٰ کے لحاظ سے لازم ہے[4]۔

مذکورہ قانونی بحث سے قطع نظر اتنی بات واضح ہے کہ قرآن مجید نے متعہ کا حکم نہایت تاکید اور اہتمام سے بیان فرمایا ہے اور قانونی لحاظ سے نہ سہی، لیکن اخلاقی لحاظ سے اس کا درجہ وجوب ہی کا ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی 'حقا علی المتقین' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

> ''اوپر آیت ۲۳۶ میں مطلقہ عورتوں کو دے دلا کر رخصت کرنے کی جو ہدایت فرمائی تھی، آخر میں یہ پھر اس کی یاد دہانی کر دی اور اس کو اہل تقویٰ پر ایک حق قرار دیا۔ جو حقوق صفات و کردار پر مبنی ہوتے ہیں، بعض حالات میں وہ اس دنیوی زندگی میں تو قانون کی گرفت کے دائرے سے باہر ہوتے ہیں، لیکن خدا کے ہاں ان صفات کے لیے وہ حقوق ہی معیار ٹھہریں گے۔ اگر ایک چیز مومنین یا محسنین یا متقین پر حق قرار دی گئی ہے تو یہ تو ہوسکتا ہے کہ اسلام کا قانون اس دنیا میں اس کی خلاف ورزی کرنے والوں پر کوئی گرفت نہ کرے، لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ آخرت میں بھی ان کی خلاف ورزی پر کوئی اثر مترتب نہیں ہوگا۔ آخرت میں آدمی کا ایمان یا احسان یا تقویٰ انھی حقوق کی ادائیگی یا عدم ادائیگی کے اعتبار سے وزن دار یا بے وزن ٹھہرے گا۔'' (تدبر قرآن ۱/ ۵۵۶)

متعہ کی مقدار

متعہ کی مقدار کی تعیین میں اہل علم کے مختلف اقوال ہیں:

---

۲ ابن قدامہ، المغنی ۷/ ۱۸۳۔۱۸۴۔

۳ ابن العربی، احکام القرآن ۱/ ۲۹۱۔ الجصاص، احکام القرآن ۱/ ۵۸۳۔

۴ ابن رشد، بدایۃ المجتہد ۲/ ۷۴۔

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

ابن عمر فرماتے ہیں کہ متعہ کی مالیت کم از کم تیس درہم ہونی چاہیے۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ متعہ کی اعلیٰ ترین صورت خادم ہے، اس کے بعد کپڑے اور اس کے بعد نفقہ۔

عطاء فرماتے ہیں کہ درمیانے درجے کے متعہ میں قمیص، دوپٹہ اور چادر شامل ہونے چاہییں۔

حسن بن علی نے متعہ کے طور پر بیس ہزار روپے اور شہد کے کچھ تھیلے اپنی مطلقہ کو دیے۔

قاضی شریح نے متعہ کے طور پر پانچ سو درہم دیے۔[۵]

یہ تمام تعیینات اپنے اپنے محل میں درست ہیں، کیونکہ قرآن مجید نے صراحت کی ہے کہ متعہ کی نوعیت اور مقدار کے باب میں کوئی چیز از روئے شریعت متعین نہیں ہے، بلکہ اس کا تعین مقامی رواج اور خاوند کے مالی حالات کے لحاظ سے کیا جائے گا:

مَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ۔ (البقرہ ۲: ۲۳۶)

''انھیں (رخصت کرتے ہوئے) کچھ دے دلا دو، خوش حال اپنی گنجایش کے مطابق اور تنگ دست اپنی گنجایش کے مطابق۔ دستور کے مطابق کوئی تحفہ ہونا چاہیے جو احسان کرنے والوں پر لازم ہے۔''

امام قرطبی لکھتے ہیں:

وقال الحسن : يمتع كل بقدره، هذا بخادم وهذا باثواب وهذا بثوب وهذا بنفقة، و كذلك يقول مالك بن انس، وهو مقتضى القرآن فان الله سبحانه وتعالىٰ لم يقدرها ولا حددها وانما قال ”على الموسع قدره وعلى المقتر قدره ۔ (نفس المصدر ۳/ ۲۰۱)

''حسن کہتے ہیں کہ ہر شخص اپنی گنجایش کے مطابق متعہ دے۔ کوئی خادم کی صورت میں، کوئی زیادہ کپڑوں کی صورت میں، کوئی ایک کپڑے کی صورت میں اور کوئی نفقے کی صورت میں۔ امام مالک بھی یہی فرماتے ہیں اور قرآن کا مدعا بھی یہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مقدار اور نوعیت متعین نہیں کی بلکہ فرمایا ہے کہ فراخ دست اور تنگ دست اپنی اپنی گنجایش کے مطابق دیں۔''

۵؎ القرطبی، الجامع لاحکام القرآن ۳/ ۲۰۱، ۲۰۲۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم ۱/ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com